سے رائج رہا ہے وہاں یہی صورت رہی ہے کہ ایک جانب تو حکمرانوں نے عوام کی گردنوں پر اپنی خدائی کا تخت جمایا اور اپنے لیے خدائی اختیارات کا دعویٰ کیا، جیسے یورپ اور انگلستان میں جہاں "Divine Rights of Kings" کا دعویٰ کیا گیا اور مصر اور ہندوستان میں جہاں بادشاہوں نے دیوتاؤں کے ساتھ نسلی و نسبی تعلق کے دعوے کی بنیاد پر خدائی اختیارات پر قبضہ جمایا چنانچہ ہندوستان کے حکمران خاندان سورج بنسی یا چندر بنسی کہلاتے تھے ـــــ اور دوسری طرف پجاریوں اور پروہتوں نے فرضی دیوتاؤں کے نام پر استھان بناتے اور لوگوں سے چڑھاوے اور نذرانے وصول کرنے کا سامان پیدا کیا۔ یا کچھ مذہبی ٹھیکیداروں نے خدا کی نمائندگی کے دعوے کی بنیاد پر حلّت و حرمت کے اختیار سنبھال لیے اور معافی ناموں کی فروخت کے ذریعے دولت کمائی۔ اس طرح عوام الناس کا خون چوسنے اور ان کے گاڑھے پسینے کی کمائی میں سے ناجائز حصّہ وصول کرنے کا یہ دوطرفہ نظام اس شان کے ساتھ چلتا رہا کہ دونوں طبقات ایک دوسرے کے ممدّ و معاون بنے رہے اور "من ترا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو!" کے مصداق ایک دوسرے کو اعلیٰ ترین القابات و خطابات سے نوازتے ہوئے "نصفٌ لی و نصفٌ لک و ہٰذا قومٌ جاہلون" کے اصول پر انہوں نے عوام کے استحصال کے لیے ایک ناپاک گٹھ جوڑ کیے رکھا!! ـــــ

چنانچہ یہی ہے وہ تیسری عظیم حقیقت جو ان آیات میں سامنے آتی ہے کہ اللہ کے لیے شریک اور ساجھی اور خیالی ضِدّ و نِدّ ان مذموم مقاصد کے لیے باقاعدہ گھڑے جاتے رہے ہیں اور ان کی باضابطہ تصنیف ہوتی رہی ہے۔ ورنہ ان کی نہ کوئی اصل عقل و فطرت میں ہے نہ کوئی سند اللہ کی جانب سے نازل کی گئی ہے۔ اس حقیقت کو قرآن حکیم نے متعدّد مقامات پر مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے۔ مثلاً سورۃ النجم میں فرمایا: "اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ" ـــــ یعنی یہ محض نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے رکھ لیے ہیں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہرگز کوئی سند نہیں اتاری۔ سورۃ لقمان اور سورۃ العنکبوت میں فرمایا کہ اگر تمہارے والدین تم سے جھگڑیں اور تمہیں اس بات پر مجبور کریں کہ "اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا" ـــــ کہ تو شریک ٹھہرائے میرے ساتھ ایسی خیالی و جعلی ہستیوں کو جن کے لیے کوئی علم تیرے پاس

نہیں ہے تو اُن کا کہنا مت مان! یعنی ان کے لیے کوئی دلیل عقلی ہے نہ علمی۔

پھر یہ کہ یہ تمام جعلسازی کسی مغالطے کی بنا پر نہیں ہوتی، اچھی طرح جانتے بوجھتے اور پوری ڈھٹائی کے ساتھ اس مقصد سے کی جاتی ہے کہ عوام کو گمراہ کیا جائے۔ جس کے لیے آیاتِ زیرِ درس میں الفاظ وارد ہوئے ہیں "لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ"۔

آخری عظیم حقیقت یہ کہ اس ساری جعلسازی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ متاعِ دُنیا سے بڑھ چڑھ کر حصّہ حاصل کیا جائے، ساز و سامانِ دنیوی زیادہ سے زیادہ جمع کر لیا جائے اور حیاتِ دنیوی کی لذّتوں اور آسائشوں سے بیش از بیش لُطف اندوز ہوا جائے۔ چنانچہ آیت نمبر ۳۰ کے آخری حصّے میں بڑے عبرتناک پیرائے میں کہہ دیا گیا کہ "قُلْ تَمَتَّعُوا" یعنی اے نبیؐ، ان سے کہہ دیجیے کہ اُٹھا لو چند روزہ زندگی کے مزے اور لوٹ لو اس عارضی زندگی کا عیش و آرام! "فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ" ـــــ اس لیے کہ بالآخر تو تمہیں جہنّم ہی میں جھونکے جانا ہے!! اس میں جہاں اُن کے دردناک انجام کی "بشارت" آ گئی وہاں اس عظیم حقیقت پر سے بھی پردہ اٹھا دیا گیا کہ اس حیاتِ دنیوی کے لیے اللہ تعالےٰ کا ضابطہ اور قانون یہی ہے کہ چونکہ اُس نے انسان کو ارادے اور اختیار کی آزادی بخشی ہے، لٰہذا یہاں نہ صرف یہ کہ کفار و مشرکین کی فوری پکڑ نہیں ہوتی بلکہ جس "متاعِ غرور" کا سودا وہ کرتے ہیں اور آخرت کی ابدی زندگی کے عوض دنیا کی چار روزہ زندگی کا جو عیش و آرام وہ خریدتے ہیں اُس کے معاملے میں اُن کے ساتھ بخل نہیں برتا جاتا بلکہ انہیں اس میں سے حصّہ وافر عطا فرما دیا جاتا ہے ـــــ جیسے کہ سورۂ ہود کی آیت ۱۵ میں فرمایا کہ "مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ"۔ یعنی "جو کوئی اپنا مقصود و مطلوب قرار دیتا ہے دُنیا کی زندگی اور اس کی زیبائشوں اور آرائشوں کو تو ہم اس کی سعی و جہد کا بھرپور بدلہ اسی دُنیا میں دے دیتے ہیں اور اس کے ضمن میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی"۔ اور جیسے فرمایا سورۂ شوریٰ میں "وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ"۔ یعنی "جو دُنیا کی کھیتی ہی کا طالب بنتا ہے تو اسے ہم اس میں سے عطا کر دیتے ہیں، البتہ پھر اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں رہتا!" ـــــ "فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ"۔ یعنی "آخرت کے

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

سورۃ البقرہ، آیات ۲۵۹-۲۶۰

دعوت کی فتحیابی کی امید آخر تک رہتی ہے

دعوت کا کام بڑا نازک اور بڑی پِتّہ ماری کا ہوتا ہے۔ انسان بہت جلدی گھبرا جاتا اور مایوس ہوجاتا ہے۔ ان آیتوں میں دو واقعات بیان کیے گئے ہیں جن میں اور حقیقتوں کو ثابت کرنے کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس راہ (دعوت) میں مایوسی کی گنجائش کسی وقت اور کسی مرحلہ میں نہیں ہے۔ مردہ قوموں میں جان پڑنے کے واقعات سے تاریخ بھری ہوئی ہے۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾

"یا کیا آپ نے اُس شخص کی حالت پر غور نہیں کیا جو ایک بستی سے گذرا تھا، جس کے مکانوں کی چھتیں گر چکی تھیں۔ اس نے کہا کہ اللہ اس بستی کو دوبارہ

کیونکر زندہ (آباد) کرے گا؟ پھر اللہ نے اس پر سو برس تک موت طاری کردی، پھر اسے اٹھایا (زندہ کیا) اس سے پوچھا کہ تم کتنی مدت اس حالت میں رہے؟ جواب دیا: ایک دن یا اس سے کچھ کم رہا! اللہ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ تم سو برس رہے۔ اب تم اپنا کھانا اور پانی دیکھو کہ وہ سڑے نہیں ہیں اور اپنے گدھے کو دیکھو (کہ وہ کس حالت میں ہے) اور ہم تمہیں لوگوں کے لیے ایک "نشانی" بنائیں گے (کہ تم ان کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنو) اور (گدھے کے جسم کی) ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم ان کا کس طرح ڈھانچہ بنا کر کھڑا کر دیتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ جب یہ حقیقت اس کے سامنے آگئی تو عرض کیا میں یقین کرتا ہوں کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے![۱]

اور جب ابراہیمؑ نے کہا اے میرے پروردگار آپ مجھے دکھا دیجئے کہ آپ مُردہ کو کیسے زندہ کریں گے؟ فرمایا کہ کیا تمہیں یقین نہیں ہے؟ عرض کیا کیوں نہیں، لیکن یہ اس لیے چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔ فرمایا: تم چار پرندے پکڑ لو، پھر انہیں ہلالو (خود سے مانوس کرلو) ہر پہاڑ پر ان کے جسم کا ایک حصہ رکھ دو، پھر ان کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے اور یقین رکھو کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے![۱]

---

[۱] قرآن ایک حقیقت کو بیان کرتا ہے لیکن اس کے اندازِ بیان میں بہت سی باتیں پوشیدہ ہوتی ہیں، جن کو کھولنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان دونوں آیتوں میں مرنے کے بعد انسان کی دوسری زندگی کو ثابت کیا گیا ہے۔ اسی میں قوموں کی موت کے بعد ان کی زندگی کا ثبوت بھی ہے کہ جو قدرت انسانوں اور جانوروں کو مرنے کے بعد زندہ کرتی ہے وہی ذلت و خواری کی موت کے بعد قوموں کو ایمانی و اخلاقی اور ترقی و سربلندی کی زندگی دیتی ہے۔ اِس بنا پر دعوت کا کام ہمیشہ کرتے رہنا چاہیئے اور فتح یابی کی امید آخر دم تک رکھنا چاہیئے۔ پہلی آیت کا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک ظالم و جابر بادشاہ نے بنی اسرائیل اور ان کے شہروں و بستیوں